حضرت ابراہیم (علیہ السلام) چونکہ جلیل القدر اور اللہ تعالی کا خلیل ، نبی اور رسول تھے، اس لیے ان کو بھی مختلف آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا اور وہ اپنی جلالت قدر کے مطابق ہر مرتبہ امتحان میں اللہ تعالی کے کامل ومقرب بندہ ثابت ہوئے ۔ مثلاً ان کو: (1) آگ میں ڈالا گیا تو عزم واستقلال کے پہاڑ بن گئے ۔

(2) لخت جگر اسماعیل (علیہ السلام) اور ان کی ماں ہاجرہ (علیہا السلام) کو فاران کے بے آب وگیاہ بیاباں میں چھوڑ کر آنے کا حکم ہوا تو وہ بھی معمولی امتحان نہ تھا، تعمیل میں پس وپیش سے کام نہیں لیا۔ شفقت پدری جوش میں آنے کے ڈر سے مڑ کر بھی نہیں دیکھا، تاکہ امر الہی کی تعمیل میں لغزش سرزد نہ ہو۔ ان دوکٹھن منازل کو طے کر کے اپنے رب کے ہاں سرخرو ہوئے ۔

(3) پھر تیسری آزمائش تیار ہوتی ہے جو اور بھی زَہرہ گداز اور جاں گسل امتحان ہے ۔ تین مسلسل خواب دیکھنے کے بعد بیٹے سے مشورہ کرتا ہے، صبر ورضا اور تسلیم کا پیکر صرف تیار نہیں ہوتا ، بلکہ حکم کی تعمیل میں جلدی کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ آخر قربان گاہ پہنچ کر پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیتا ہے، رحیم وکریم باپ کے دل میں تیرہ سالہ بیٹے کی قربانی کے بارے میں کیا کیا جذبات امڈ آئے ہوں گے، مگر ان تمام کو تہ وبالا کر کے بیٹے کی گردن پر تیز چھری پھیر دیتے ہیں ۔ دریں اثنا رحمت الہی جوش میں آکر ان کی یہ عظیم قربانی قبول ہونے کا تمام دنیا کو اعلان کرتا ہے۔ جبریل امین علیہ السلام رب کے حکم سے جنت کا ایک مینڈھا پیش کرتا ہے۔ باپ بیٹے کی اس بڑی قربانی کو رہتی دنیا تک زندہ رکھنے کے لیے عید الاضحیٰ کی خوشی کو جانور کی قربانی کے ساتھ منسلک کر دیا۔

(ابن كثير 4 / 16 ـ 21 ،تفسير سعدى: 2 / 974 ـ 976 ، قصص القرآن: 1 / 236 ، أحسن التفاسير : 1262) (جاری ہے)

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

شہزادہ عبد اللہ کا پیام مسلمانان عالم کے نام

مملکت سعودیہ عربیہ-حرسہا اللہ - کے ولی عہد پرنس عبد اللہ بن عبدالعزیز حفظہ اللہ نے حالیہ دنوں میں ایک پریس بریفنگ میں یہ بیان دیا : "دور حاضر میں مسلمانان عالم کے خلاف جو متعصبانہ کارروائیاں اغیار کی جانب سے روا رکھی جارہی ہیں' ان کے پیش نظر امت مسلمہ کو چاہیے کہ آپس میں متحد ہوں' تاکہ مسلمان تشدد اور تعصب کا شکار ہونے سے بچ سکیں۔ مسلم ممالک اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں سے نمٹنے کے لیے اسلامی ممالک ہمارا ساتھ دیں"۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سعودی حکومت کو صرف اپنی بقا وسلامتی عزیز نہیں' بلکہ انہیں ملت اسلامیہ کی فکر بھی لاحق ہے۔ شہزادہ عبد اللہ کا یہ اہم بیان ہمارے حکمرانوں کیلئے مشعل راہ ہے۔ قومیت کا نعرہ (سب سے پہلے پاکستان) لگانے والوں کو اس سے سبق لینا چاہیے۔

(ابوعبد اللہ محمد سلیم الحسنی)

قسط:(6)

آئینہ اہلحدیث

مولانا عبدالرشید انصاری رحمۃ اللہ علیہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف یا فرائض:

مندرجہ بالا آیت کریمہ (آل عمران/۱۶۴) سے عیاں ہوتا ہے کہ ویسے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود پاک تمام کائنات کے لیے نعمت ہے، مگر اہل ایمان کے لیے یہ نعمت اللہ تعالی کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ پر غیر متزلزل ایمان لا کر ہی وہ دین و دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں۔ لہذا پروردگار عالم جل جلالہ نے اہل ایمان پر اس نعمت کو ایک احسان عظیم قرار دیا، کہ انہی میں سے ایک رسول ﷺ مبعوث فرمایا جس کے اوصاف یہ ہیں:

(۱) **تلاوت آیات**: یعنی قرآن مجید کی آیات کو جو اللہ جل جلالہ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہے، تمام لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ آیات قرآنی اپنے اندر اعجاز رکھتی ہیں۔ دنیا کے تمام جن وانس اور ان کے معبودانِ باطلہ مل کر بھی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان مبارک سے ان آیات مقدسہ کی تلاوت فرماتے اور لوگوں کو پڑھ کر سناتے، تو پتھر دل انسان بھی موم ہو جاتے تھے۔ یوں تلاوت قرآن کریم آپ ﷺ کے خصوصی اوصاف میں سے ایک ہے۔

(۲) **تزکیہ نفوس**: رسول مکرم ﷺ کی دوسری وصف ہے کہ پشت در پشت سے گمراہ اور بدکردار لوگوں کے سیاہ دلوں کو پاک صاف کر دیا۔ بگڑی ہوئی انسانیت کو حیوانیت سے نکال کر اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ کرنا رسول عربی ﷺ کا شاندار کارنامہ ہے۔ عرب جیسی غیر مہذب قوم کو تہذیب وتمدن کے بام عروج تک پہنچا دیا۔ یہ تزکیہ نفوس نہیں تو اور کیا ہے۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم قرآنی آیات اور آپ ﷺ کے ارشادات سن کر ایمان اور عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہوئے، اور اسی کی خدمت پر کمر بستہ ہوئے۔

(۳) **تعلیم و تدریس کتاب**: یعنی کلام الہی کی تفسیر وتشریح اپنی زبان مبارک سے فرما کر اس کے اسرار ورموز اور معانی ومطالب بتاتے ہیں اور اسکے مشکل مقامات کی وضاحت اور تفسیر فرما کر تعلیم و دانش کی دولت سے سرشار کر دیتے ہیں۔

(۴) تعلیم و تدریس حکمت : عقل ودانش کی موتیاں یعنی آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ سکھاتے ہیں۔اور اپنے اعمال واقوال کے ذریعے ان تمام لاینحل مسائل کا حل واضح فرمادیتے ہیں ،جنہیں فلسفی اور اہل عقل حل کرنے سے قاصر اور عاجز رہے ہیں۔عرب جیسی غیر مہذب قوم کی اخلاقی ، مذہبی ، سیاسی ، معاشرتی اور سماجی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔معمولی معمولی باتوں پر چالیس چالیس سال تک طویل جنگ کی نوبت آجاتی۔شراب نوشی ، بدکاری ، بداخلاقی اور ظلم وستم کا دور دورہ تھا۔جھوٹے وقار اور خاندانی شرافت کی خاطر معصوم بچیوں کو زندہ درگور کرنا معیوب نہیں سمجھتے تھے۔بت پرستی اور شرک نوازی کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خانہ کعبہ شریف میں تین سو ساٹھ خود ساختہ معبودان باطل رکھے ہوئے تھے۔جنہیں مختلف ایام میں مختلف مقاصد کے حصول کیلئے پکارا جاتا تھا۔اہل عرب کی اس کھلی گمراہی کو قرآن کریم نے ﴿ ضَلٰلٌ مُّبِيْنٌ ﴾ کا نام دیا ہے۔الغرض رسول اکرم ﷺ کی رسالت کی بدولت دنیا کی جاہل ترین قوم اقوامِ عالم کی رہبر ورہنما بن گئی۔(دیکھئے: تفسیر آیت مذکورہ:تفسیر ثنائی،تفہیم القرآن،ومعارف القرآن)

اس آیت میں بیان شدہ فرائض نبوت میں سے تلاوت قرآن پاک کے علاوہ دیگر تمام امور "تزکیہ نفوس"، "تعلیم کتاب" اور "تعلیم حکمت" کو کسی بھی ممکنہ معنی میں لیا جائے ،وہ بہر حال قرآن پاک کی عبارت کے سوا کوئی کلام اشارہ یا عمل ہے ،جو جناب رسالت مآب ﷺ سے صادر ہوا ،اور جس سے اہل ایمان نے دینی یا دنیاوی کسی طرح کا فائدہ حاصل کیا۔اسے خواہ کچھ بھی نام دیا جائے ،علماء دین اور ائمہ حق کی اصطلاح میں "حدیث" کہلاتا ہے۔اگر حدیث نبوی شرعی حجت نہ ہوتی تو مذکورہ مقاصد نبوت باطل ہو جاتے۔(العیاذ باللہ)

اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بزبان رب کریم ﷻ

قرآن کریم کی آیات شریفہ سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف آیات قرآنی پڑھ کر سنانے کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کتاب ربّ کریم کی تشریح ،وضاحت ،اسرار ورموز کو کھولنا اور اس کے احکامات کی تفصیلات وتوضیحات بیان کرنا بھی آپ کے مقاصد بعثت میں شامل تھا۔چنانچہ قرآن مجید میں کس قدر وضاحت سے فرمایا گیا:﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ "وہی ذات ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں اپنی قوم میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر

سناتے ہیں۔اوران کو(عقائد باطلہ واخلاق رذیلہ سے) پاک کرتے ہیں اورانہیں کتاب اوردانش مندی کی باتیں سکھاتے ہیں،اور یہ لوگ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

اوردوسری جگہ قرآن کریم میں یوں ارشادفرمایا:﴿من یطع الرسول فقد اطاع اللہ﴾[النساء/80] ترجمہ:''جس شخص نے بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی،یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔ بالفاظِ دیگر: سیرت نبوی کی پیروی ہی اللہ پاک کی اطاعت ہے۔

اورفرمانِ الٰہی ہے:﴿وما آتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ إن اللہ شدید العقاب ۞﴾[الحشر/6]''اور جو کچھ تمہیں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیں اسے لے لو،اور جس چیز سے بھی وہ تمہیں روکیں اس سے اجتناب کرو۔اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو،بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے''۔ اب یہ کہاں کا ایمان ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کسی کام کا حکم دیں،یا کسی چیز سے منع کریں توامتی یہ جواب دینے لگیں کہ یہ حکم قرآن میں دکھائیں توٹھیک،ورنہ آپ کا ہر حکم ماننا ہمارے لیے ضروری نہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت،آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اورآپ ﷺ کے احکام پرعمل اسی وقت ممکن ہے،جب آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ کومشعل راہ بنایا جائے اوراحادیث رسول ﷺ کی اہمیت وضرورت کوتسلیم کیا جائے۔

منکرین حجیت حدیث کا ایک اعتراض

منکرین سنت نبوی معتزلہ کے نقش قدم پر چل کرامت اسلامیہ کاتعلق پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت اورسیرت سے توڑنے کے لئے نت نئے حربے اختیار کرتے رہتے ہیں۔اپنی فلسفہ دانی اورلفاظی کے زور پر بھی جب منزل مراد حاصل کرنے میں خائب وخاسر ہوجاتے ہیں،تو قرآن پاک ہی سے ماڈرن قسم کے استدلال کا سہارا لیتے ہیں۔اس قسم کے دلائل میں سے اُن کے گمان میں سب سے مضبوط دلیل یہ آیت کریمہ ہے:﴿إنا نحن نزلنا الذکر وإنا لہ لحافظون ۞﴾''یقیناً ہم ہی نے یہ نصیحت نازل فرمائی ہے اورہم خوداس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ (سورۃ الحجر/۹)

اس آیت کی رو سے سنت نبوی پر یہ اعتراض چسپاں کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے،حدیث نبوی کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی۔لہذا سنت حجت نہیں۔

اس اعتراض کا جواب علامہ عبدالغنی بن محمد عبدالخالق مصری نے اپنی گرانمایہ کتاب ''حجیت سنت'' میں دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے صرف قرآن کی نہیں، بلکہ پوری شریعت کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، جس میں قرآن کیساتھ حدیث بھی شامل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا مقدس فرمان ہے: ﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ ۝﴾[سورة التوبة / ٣٢] ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں، مگر اللہ اپنی روشنی کو بغیر مکمل کیے ماننے والا نہیں ہے۔ خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو''۔ اس آیت میں اللہ کے نور سے مراد اس کی شریعت اور ماٴخذ دین ہی ہے۔ جسے رب تعالی نے اپنے بندوں کیلئے پسند کیا ہے اور انہیں جس کی پیروی کا مکلّف بنایا ہے۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی طرف جس چیز کی وحی کی ہے، یعنی قرآن اور حدیث' دونوں ہی مندرجہ بالا آیت ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ۝﴾ میں مراد ہے۔ تو اس میں ''لَـهٗ'' کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں:

(۱) یہ ضمیر اقرب مذکور ﴿الذکر﴾ کی ہے: جس میں تعالی نے کافروں کے مذاق کا جواب دیا ہے کہ جس ''ذِکْر'' کی وجہ سے تم اس رسول ﷺ کو جھٹلاتے ہو وہ اسکا خود ساختہ نہیں، بلکہ اسے ہم نے ہی نازل فرمایا ہے، اور ہم ہی نے اس کی حفاظت کا مکمل بندوبست کر رکھا ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر' رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ یعنی جس نازل شدہ ذکر کی وجہ سے تم نے یہ جسارت کی : ﴿وَقَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ ۝﴾ ''انہوں نے کہا: اے وہ شخص جس پر یہ ''نصیحت'' نازل کی گئی ہے، یقیناً تو دیوانہ ہے''۔ (سورة الحجر / ٦) اس کے جواب میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تم لاکھ دشمنی کے باوجود میرے رسول ﷺ کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے، نہ تم اس کے دین کو پھیلنے سے روک سکو گے۔ کیونکہ اسکی حفاظت کا ہم نے ذمہ لے رکھا ہے۔

ان دونوں اقوال میں سے پہلا قول جمہور مفسرین کے نزدیک راجح ہے (دیکھیے: فتح القدیر ۳/ ۱۲۲، حدیث التفاسیر ۱/ ۳۰۷)

لیکن دونوں میں جو بھی مراد لیا جائے، سنت نبوی کی حفاظت بہر حال اس میں شامل ہے۔ کیونکہ ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝﴾ (النجم / ٣-٤) وغیرہ نصوص کی رو سے سنت نبوی بھی نازل شدہ وحی الٰہی ہے، جس کی حفاظت کے بغیر صرف قرآن کی حفاظت سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً